# تبصرہ کتب

## فقہ میں اجماع کا مقام

محمد رفیع عثمانی :

ادارۃ المعارف ۔ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴ ۔

صفحات ۹۶ ۔ قیمت چار روپئے بیس پیسے ۔

زیر تبصرہ کتابچہ میں اجماع کا اجمالی تعارف کرایا گیا ہے ۔ یہ کتابچہ مؤلف کی ایک اور زیر تالیف کتاب کا حصہ ہے جس میں فقہ اور اس کے مآخذ پر بحث کی گئی ہے۔ اس رسالہ میں اجماع کی تعریف، قرآن و حدیث سے حجیت اجماع کے دلائل، اہلیت اجماع، اجماع کے اقسام و مراتب اور نقل اجماع سے متعلق گفتگو کی گئی ہے ۔ ذیل میں ہم اجماع سے متعلق مؤلف کے چند بیانات کا جائزہ پیش کرتے ہیں :

### سبب تالیف :

اس رسالہ کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے مصنف فرماتے ہیں : ”چونکہ اجماع پر اردو میں بہت ہی کم لکھا گیا ہے، خاص طور پر حجیت اجماع پر تو علم کلام اور اصول فقہ کی عربی کتابوں میں زیادہ تفصیل یکجا نہیں ملتی، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کا یہ حصہ الگ بھی ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے“ ۔ (ص ۵) ۔ مصنف کی یہ بات اردو کے بارے میں تو درست ہو سکتی ہے کیونکہ اردو میں اصول فقہ پر زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں ۔

تقی امینی صاحب کی کتاب ''فقه اسلامی کا پس منظر'' میں اجماع پر سنجیدہ علمی بحث موجود ہے ۔ تاہم عربی کتب کے بارے میں مصنف کا یہ دعوی درست نہیں ہے ۔ اصول فقه کی مندرجه ذیل کتابوں میں حجیت اجماع سے متعلق جتنی مفصل اور یکجا بحث موجود ہے، اتنی اس رساله میں بھی نہیں کی گئی ۔ اصول جصاص (قلمی) ، البرهان (قلمی)، المحصول (قلمی)، المستصفی، المعتمد، المغنی، ارشادالفحول، الاحکام (آمدی)، الاحکام (ابن حزم)، اور الاجماع فی الشریعة الاسلامیه وغیرہ ۔ ان سب کتابوں میں جو حجیت سے متعلق مباحث درج ہیں، اگر صرف انہیں کو یکجا کر دیا جاتا تو یه ایک ضخیم کتاب بن سکتی تھی ۔ جہاں تک علم الکلام کی عربی تصانیف کا تعلق ہے، تو حجیت اجماع کا ان کا موضوع نہیں ہے ۔ عقائد میں اجماع کی حیثیت پر ان سب میں مفصل بحث موجود ہے ۔

**ہماری شامت اعمال:**

مصنف نے رسالے کی تالیف کا ایک اور سبب بھی بیان کیا ہے ۔ فرماتے ہیں : ''ہماری شامت اعمال سے ہمیں زمانه ہی وہ ملا ہے جس میں دین کی ہر مسلمه حقیقت کو مشکوک اور ہر بدیہی چیز کو نظری بنانے کی سعی جاری ہے ۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی که اسلام نے فقه اور قانون سازی میں جو فیصله کن مقام اجماع کو دیا ہے اسے قرآن و سنت کے قطعی دلائل سے واضح کیا جائے'' (ص ٦) اگر اجماع کا تصور اور اس کا مقام اتنا ہی بدیہی ہوتا جتنا مؤلف سمجھتے ہیں تو اس میں ابتداء ہی سے اختلافات نه ہوتے ۔ اور علماء اصول کو اس کے اثبات کے لئے ہر دور میں پورا زور صرف کرنا نه پڑتا اجماع کا وہ کونسا ضابطه اور قاعدہ ہے جس میں تشکیلی دور سے لے کر آج

تک اختلاف نہیں ملتا ۔ اجماع کی تعریف، حجیت، اهلیت، زساله، موضوع، سند، شروط، نسخ اور حکم وغیرہ ہر چیز میں ہی فقہاء کے درمیان اختلافات موجود ہیں ۔ ''ہماری شامت اعمال،، سے دور حاضر میں ہی اس بدیہی چیز کو نظری نہیں بتایا گیا بلکہ ابتداء ہی سے اس کو نظری سمجھا گیا ہے ، امام شافعی نے رسالہ میں حجیت اجماع پر احادیث سے استدلال کیا ہے ۔ رسالہ شافعی میں انہوں نے قرآن مجید کی کسی آیت کو حجیت اجماع کے ثبوت میں پیش نہیں کیا ۔ بعد کے فقہاء نے قرآن مجید کی آیات سے بھی استدلال کیا ۔ حجیت اجماع سے متعلق دلائل کا جائزہ ہم بعد میں لیں گے ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام شافعی نے اجماع خاصہ (مجتہدین کا اجماع) پر تنقید کی ہے اور وہ صرف اجماع عامہ کے قائل ہیں ۔ اجماع عامہ سے مراد وہ اصول و فرائض ہیں جن میں کوئی اختلاف نہیں، اور اجماع خاصہ سے مراد فروعی و اجتہادی مسائل ہیں جن پر مجتہدین کا اجماع ہے ۔ امام شافعی نے اس کا انکار کیا ہے ۔ وہ اپنے ایک مناظر سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ تم نے جو اس علم کا ذکر کیا جو تواتر سے منقول ہے تو وہ اسی طرح ثابت ہے جیسا تم نے کہا ۔ لیکن دوسرے مسائل میں تمہارے اجماع کے دعوے میں بعض ایسی باتیں ہیں کہ تم اپنے مسلک سے علم خاصہ میں بہتر ہے کہ پھر جاؤ ۔ اس نے سوال کیا : فهل من اجماع ؟ پھر کن مسائل پر اجماع ہے ؟ امام شافعی نے جواب دیا : نعم نحمدالله كثير فی جملة الفرائض التی لا يسع جهلها و ذلك الاجماع هو الذی لو قلت اجمع الناس، لم تجد حولك احد يعرف شئيا يقول لك ليس هذا باجماع (امام شافعی ۔ جماع العلم ۔ ص ۶۵ - ۶۶) یعنی ''بحمدالله ان تمام فرائض میں اجماع جن سے ناواقفیت ممکن نہیں ۔

یہ وہ اجماع ہے جس کے بارے میں اگر تم یہ کہو کہ لوگوں کا اس پر اتفاق ہے تو تمہارے گرد کوئی بھی ایسا نہ ملے جو یہ کہے کہ اس پر اتفاق نہیں ہے،، ۔ اس کی مزید وضاحت امام شافعی نے رسالہ شافعی میں کی ہے ۔ اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ظہر کی نماز میں چار فرض ہیں، اور شراب حرام ہے ۔ (رسالہ شافعی ص ۵۳۴) اختلاف الحدیث میں بھی انھوں نے اس کی تشریح کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اجماع صرف فرائض میں ہے جن سے واقفیت کے عوام بھی مکلف ہیں (اختلاف الحدیث ۔ الام ج ۷ ۔ ص ۱۴۷) یہ بات واضح رہے کہ اصل مسئلہ اجماع میں مجتہدین کا اجتہادی مسائل میں اتفاق ہی ہے ۔ ورنہ فرائض کا ثبوت تو خود قطعیات سے ثابت ہے ۔ اجماع کی ان میں ضرورت بھی نہیں ہے ۔ حالانکہ متأخر دور میں اجماع کی تعریف ہی کسی مسئلہ پر تمام فقہاء و مجتہدین کے اتفاق سے کی گئی ہے، جس پر امام شافعی تنقید کر رہے ہیں ۔ امام شافعی کا دور تشکیلی دور ہے ۔ یعنی ابتداء ہی سے اس کی تعریف میں اختلاف موجود ہے ۔ پھر یہ بدیہی کہاں رہا ؟ مجتہدین کے اجماع پر امام شافعی کی تنقید جماع العلم میں تفصیل سے دیکھی جا سکتی ہے (ص ۵۱ - ۵۷) ابن حزم نے اجماع کی تعریف، اہلیت اور زمانہ وغیرہ سے متعلق اٹھارہ اقوال نقل کئے ہیں (الاحکام ج ۴ ۔ ص ۱۲۸)۔

## اجماع کی تعریف:

مصنف نے آمدی کی الاحکام سے اجماع کی مندرجہ ذیل تعریف نقل کی ہے : ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانے کے تمام فقہاء

ومجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہوجانا اجماع ہے،، (ص ۸) ۔ آمدی نے اجماع کی یہ تعریف نہیں کی بلکہ مصنف نے اپنی بنائی ہوئی تعریف کو آمدی کے حوالے سے نقل کر دیا ہے ۔ آمدی کے الفاظ یہ ہیں: الاجماع عبارۃ عن اتفاق جملۃ اھل الحل و العقد من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عصر من الاعصار علی حکم واقعۃ من الوقائع (الاحکام ج ۱ ۔ ص ۲۸۲) اس کا ترجمہ یہ ہے: کسی زمانے میں امت محمدیہ کے تمام اہل حل و عقد کا کسی واقع سے متعلق حکم پر متفق ہوجانا اجماع کہلاتا ہے ۔ مصنف کی بیان کردہ تعریف سے اس میں تین باتوں کا اختلاف ہے ۔ مصنف نے اہل حل و عقد کی جگہ فقہاء و مجتہدین لکھا ہے ۔ کسی زمانہ کی جگہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی زمانہ کو کہا ہے ۔ اور کسی واقع سے متعلق حکم کی بجائے حکم شرعی لکھا ہے ۔ آمدی خود بھی مصنف کی بیان کردہ تعریف کے الفاظ استعمال کر سکتے تھے ۔ لیکن انھوں نے ان تینوں کو عام رکھا ہے اس لئے کہ علماء اصول کے درمیان ان تینوں امور میں اختلاف ہے ، اس لئے آمدی نے اپنے نقطہ نظر کے مطابق یہ تعریف کی ہے ۔ اہل حل و عقد کی اصطلاح فقہاء و مجتہدین سے زیادہ وسیع اور جامع ہے ۔ اس کی تفصیل اصول کی کتابوں میں موجود ہے اور اس میں فقہاء و مجتہدین بھی شامل ہیں ۔ آمدی نے تعریف فی عصر من الاعصار کہہ کر کسی زمانے کو خاص نہیں کیا، بلکہ اس عموم سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ اصولیین نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ عہد نبوی میں بھی اجماع منعقد ہو سکتا ہے یا نہیں ۔ یا آپ کی وفات کے بعد سے اجماع کا زمانہ شروع ہوتا ہے ۔ اس لئے آمدی نے اپنی تعریف میں اس وسعت کو ملحوظ رکھا ہے ۔

تیسری بات کسی واقعہ سے متعلق حکم کے الفاظ ھیں جن کو مصنف نے حکم شرعی کر دیا ھے۔ در حقیقت آمدی نے ان الفاظ سے اجماع کے موضوع کی طرف اشارہ کیا ھے۔ اور اپنی تعریف کی تصریح کرتے ھوئے خود انھوں نے یہ کہا ھے کہ علی حکم واقعة میں نفی و اثبات اور عقلی و شرعی دونوں قسم کے امور داخل ھیں (الاحکام ج ۱ - ص ۲۸۲)۔ آمدی نے مصنف کی دی ھوئی تعریف کی طرح حکم شرعی کے ساتھ اس کو اس لئے خاص نھیں کیا کہ علماء اصول کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ھے کہ اجماع صرف شرعی امور ھی کے ساتھ خاص ھے، یا عقلی امور پر بھی ممکن ھے۔ جن فقھاء کے نزدیک صرف شرعی امور کے ساتھ خاص ھےانھوں نے اپنی تعریف میں علی امر شرعی صاف طور پر کھدیا ھے۔ لیکن آمدی چونکہ عقلی و شرعی دونوں امور میں اجماع کے قائل ھیں اس لئےانھوں نے الفاظ کو عام رکھا ھے۔ بھر حال مصنف کو خود اپنی تعریف پر ھی اصرار تھا تو اس کو بصد شوق بیان کرتے، لیکن اس کو آمدی کے حوالہ سے لکھنے یا آمدی کی تعریف کو بگاڑنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی ؟

دوسری بات قابل لحاظ یہ ھے کہ آمدی نے ایک ھی جگہ پر اجماع کی دو تعریفیں کی ھیں۔ ان کی پھلی تعریف ھم اوپر نقل کر آئے ھیں، اس میں اجماع میں عوام کی رائے داخل نھیں ھے۔ اس تعریف کے فوراً بعد وہ کھتے ھیں کہ یہ تعریف اس صورت میں صحیح ھوگی جب کہ عوام کا اجماع میں اعتبار نہ ھو۔اگر عوام کا اجماع میں اعتبار ھو تو پھر تعریف یہ ھوگی۔ ”الاجماع عبارة عن اتفاق المکلفین من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم - الخ - یعنی کسی زمانہ میں امت محمدیہ کے تمام مکلف افراد کا کسی واقعہ سے متعلق حکم پر

اتفاق اجماع کہلاتا ہے۔ (الاحکام ج ۱ - ص ۲۸۲)۔ مصنف کے نزدیک چونکہ عوام کی رائے کا اجماع میں کوئی اعتبار نہیں اس لئے آمدی کے حوالہ سے صرف اپنے مفید مطلب ایک تعریف نقل کرنے پر اکتفا کیا اور دوسری کو نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ علمی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ اس اختلاف کا ذکر کرکے دونوں تعریفیں نقل کرنا چاہئیے تھا۔ عوام کی رائے کے اعتبار کے بارے میں ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

## حجیت اجماع:

حجیت اجماع کے اثبات کے لئے مصنف نے قرآن مجید کی پانچ آیات، اور دس احادیث بیان کی ہیں احادیث کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں: ''ان میں سے ہر حدیث الگ الگ اگرچہ متواتر نہ ہو مگر ان سب احادیث کا مشترکہ مضمون جو اجماع کی حجیت کو ثابت کرتا ہے متواتر ہے لہذا تواتر سے اجماع کا حجت ہونا اور فقہ کے لئے عظیم ماخذ ہونا قرآن و سنت کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہے،، (ص ۳۶ - ۳۷) مولف نے حجیت اجماع پر جن آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے اصول فقہ کی کتابوں میں ان پر مفصل بحث ملتی ہے۔ اور حجیت اجماع پر ان سے استدلال کو ظنی کہا گیا ہے۔ ان کی حیثیت اجماع کے ثبوت میں نصوص کی نہیں ہے۔ آیات قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ ہیں، متواتر احادیث بھی قطعی الثبوت ہیں لیکن ظنی الدلالۃ ہیں اخبار احاد ظنی الثبوت و ظنی الدلالۃ ہیں۔ اس لئے ان سے قطعیت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس بارے میں چونکہ صریح نصوص موجود نہیں تھیں اس لئے مختلف فقہاء نے اپنی اپنی فہم و ذوق کے مطابق قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے حجیت اجماع کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام غزالی نے حجیت کے

بارے میں متعدد آیات نقل کر کے لکھا ہے : فهذه کلها ظواهر، لاتنص علی الغرض، بل لاتدل ایضاً دلالة الظواهر۔ (المستصفی۔ ج ۱۔ ص ۱۱۱) یعنی ان آیات سے محض ظاہری ثبوت ملتا ہے، اس مقصد کے لئے یہ نص نہیں ہیں۔ بلکہ ظاہری دلالت بھی نہیں کرتیں۔ حجیت اجماع کے ثبوت میں کثرت سے پیش کی جانے والی آیات و من یشاقق الرسول۔ الخ۔ کو نقل کر کے امام غزالی فرماتے ہیں : والذی نراه ان الایة لیست نصا فی الغرض (ایضاً۔ ص ۱۱۱) یعنی ہمارا خیال ہے کہ اس مقصد کے لئے یہ آیت نص نہیں ہے۔ ان آیات سے استدلال محض محتمل ہے۔ اور قطعیات محتملات سے ثابت نہیں کئے جا سکتے (امام غزالی۔ المنخول۔ ص ۳۰۵)ان آیات سے استدلال پر جملہ شبہات کا ذکر آمدی نے تفصیل سے کیا ہے۔ اور ان شبہات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ آخر میں کہتے ہیں کہ یہ بات واضح رہے کہ ان آیات سے (حجیت اجماع پر) استدلال مفید ظن تو ضرور ہے، لیکن قطعی نہیں ہے۔ جو لوگ اس کو قطعی مسئلہ سمجھتے ہیں ظنی دلیل سے ان کا یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ یہ استدلال صرف ان لوگوں کے خیال کے مطابق ہی درست ہو سکتا ہے جو اس کو ظنی اور اجتہادی مسئلہ سمجھتے ہیں (الاحکام۔ ج ۱۔ ص ۳۱۲-۳۱۳)۔

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے ان میں سے کسی ایک حدیث کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اجماع کے بارے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنف نے ان احادیث کی صحت، تواتر، اور قوت کو ثابت کرنے کے لئے کافی مواد فراہم کیا ہے۔ اور بیالیس صحابہ کے نام گنوائے ہیں۔ لیکن کیا واقعی یہ احادیث اجماع کی حجیت کے لئے ہی وارد ہوئی تھیں : یا ان کا موضوع کچھ اور ہے؟ کیا ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اسی

اجماع سے تھی جس کی تفصیلات ہمیں کتب اصول میں ملتی ہیں؟ ظاہر ہے ان سے استدلال بھی محض ظنی ہے - مجد الدین فیروز آبادی نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ الاجماع حجة، لم یصح فیه حدیث (سفر السعادۃ - ص ۱۴۶) - اجماع حجت ہے، اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں - غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ حجیت اجماع پر ان احادیث سے استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان کی حیثیت نص کی نہیں - امام شوکانی نے بھی ان احادیث سے حجیت اجماع پر استدلال پر ایسی ہی تنقید کی ہے (ارشاد الفحول - ص ۶۹) -

حجیت اجماع کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ کسی عقلی طریقہ سے اجماع کو ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسی کوئی عقلی دلیل ہمارے پاس موجود نہیں ہے - دلیل سمعی سے بھی اس کی صریح شہادت نہیں ملتی کیونکہ اس بارے میں نہ تو کوئی متواتر حدیث ہے اور نہ قرآن مجید کی نص - اجماع کو اجماع سے ثابت کرنا لغو ہے - قیاس ظنی ہے - اور قطعیات کو ثابت کرنے کے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں - اور احکام کے یہی ماخذ ہیں - ہاں صرف عرف کے طریقے (مسالک العرف) باقی رہتے ہیں - ان سے اس کو ثابت کیا جا سکتا ہے - (المنخول - ص ۳۰۶) -

مصنف نے اس رسالہ میں چونکہ اجماع کو قرآن و سنت کے قطعی دلائل (ص ۶) سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس لئے ہم نے فقہاء کے یہ چند اقوال نقل کئے ہیں - ورنہ اجماع کی حجیت سے کس کو انکار ہوسکتا ہے - امام شاطبی نے فیصلہ کن بات کہی ہے کہ اجماع کی حجیت کو علیحدہ علیحدہ ماخذ سے ثابت نہیں کیا جا سکتا - یہ موقف کمزور ہے بلکہ یہ سب

ماخذ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ اس لئے اس سے مجموعی طور پر اجماع کی حجیت کو ثابت کیا جا سکتا ہے (الموافقات ۔ ج ۱ ۔ ص ۱۱ - ۱۳)۔

## اجماع اور عامۃ المسلمین :

مصنف نے اہلیت اجماع کے بارے میں اختلافات نقل کرکے جمہور کا یہ قول اختیار کیا ہے کہ اجماع صرف متبع سنت فقہاء کرام کا ہی معتبر ہے۔ ''عوام،، اہل بدعت، یا فاسق کی موافقت و مخالفت کا اعتبار نہیں،، (ص ۴۷ ۴۸ - ۴۹) اس سلسلہ میں جو اصل بات تھی وہ مصنف نے بیان نہیں کی۔ علماء اصول نے احکام کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اصول و سہمات دین۔ اجتہادی و ظنی مسائل اول الذکر میں مجتہدین کے ساتھ عام مسلمان بھی اجماع میں داخل ہیں۔ موخر الذکر صرف مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے۔ امام بزدوی فرماتے ہیں : اما فی اصول الدین الممهدة مثل نقل القرآن، و مثل امهات الشرائع فعامة المسلمين داخلون مع الفقهاء فی ذلك الاجماع ۔ و اما ما يختص بالرأی والاستنباط وما يجری مجراه فلا يعتبر فيه الا الرأی والاجتهاد (اصول البزدوی ۔ ص ۲۴۳) ۔ یعنی وہ مسائل جن کا تعلق تمہیدی اصول دین سے ہے جیسے قرآن کا (نسل در نسل) منتقل ہونا، یا جن کا تعلق اہم شرعی احکام سے ہے، ایسے مسائل سے متعلق اجماع میں فقہاء کے ساتھ عام مسلمان بھی داخل ہیں۔ رہے وہ احکام جن کا تعلق رائے اور استنباط سے ہے یا جو ان کے قائم مقام ہوں ان میں (مجتہدین کی) رائے و اجتہاد ہی معتبر ہوگا۔ یہی رائے امام شافعی کی ہے۔ متأخرین فقہاء میں سے اسی موقف کو امام سرخسی (اصول السرخسی ج ۱ ۔ ص ۳۰۳) امام غزالی (المستصفی ۔ جلد ۱ ۔ ص ۱۱۵) ابو الحسین البصری (المعتمد

جلد ۲ ص ۳۸۱ - ۳۸۲) وغیرہم سے اختیار کیا ہے - آمدی نے اس پر مفصل بحث کے بعد یہ کہا ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے تاہم ایسے اجماع سے استدلال جس میں عوام بھی داخل ہوں قطعی ہے اور ان کے بغیر اس کی حیثیت محض ظنی ہے (الاحکام - جلد ۱ - ص ۳۲۵)

درحقیقت اجماع ایک اہم اور وسیع موضوع ہے اور اس میں بے شمار مسائل ہیں - اس مختصر سے تعارفی رسالہ کا اتنا ہی تنقیدی جائزہ کافی ہے - اردو میں اصول فقہ پر کتابوں میں اجماع کا تعارف پہلے ہی کرایا جا چکا ہے - اور یہ رسالہ اس تعارف کے سلسلہ میں ایک اہم اضافہ ہے - اس اہم موضوع پر اب مختصر رسالے کافی نہیں ہیں - اصول فقہ کے اہم مسائل پر سنجیدہ، ٹھوس علمی و تحقیقی تصانیف کی ضرورت ہے۔ مصنف نے بلا شبہہ اس اہم موضوع پر یہ رسالہ لکھ کر ایک اہم دینی و علمی خدمت انجام دی ہے -

احمد حسن